
عمران سیریز
لاوارث لاش

عمران سیریز

ناول

لاوارث لاش

نورین خان

عمران سیریز ناول۔۔۔ لاوارث لاش

ایک ویران جنگل، جس کے چاروں طرف لمبے درخت اور گھنی جھاڑیاں جگہ جگہ موجود تھی۔

سلیم۔۔۔۔۔نے جھک کر ونڈ اسکرین سے باہر جھانکا۔

موسم کافی خوشگوار تھا۔

آسمان گہرا نیلا اور وسیع سمندر کیطرح نظر آ رہا تھا۔

سڑک کے دونوں طرف لمبے لمبے درخت قطار در قطار سر اٹھائے آسمانوں سے باتیں کر رہے تھے۔

سلیم نے اپنے پہلو میں بیٹھی پیاری اور اچھی سلمی کو پیار سے دیکھا۔

جو غالبا۔۔۔جوس پی رہی تھی۔اس نے ایک ہلکے جھٹکے سے انداز دلربائی سے اسے دیکھا۔

سلیم! یہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟

یہاں ایک پر سکون اور رومینٹک جگہ ہے! بس وہی جا رہے ہیں۔

وہاں سورج بھی نکلتا ہے، اور ہوائیں بھی چلتی ہے، اور حسین سماں ہوتا ہے۔

زیادہ دور نہیں بس پہنچنے والے ہیں جان جی۔

سلیم اور سلمی۔۔۔ایک کچے راستے پر چلتے ہوئے کافی دور نکل آئے۔

پرندے چہچہاتے ہوئے ادھر ادھر جھنڈ کی شکل میں اڑ رہے تھے،

اور کبھی کبھار پتوں کی سرسراہٹ سنائی دیتی جب تیز ہوا چلتی۔

مجھے تو یہ جگہ کافی عجیب سی لگ رہی ہے۔۔۔

سلیم: (مسکراتے ہوئے) کچھ دیر کے لیے شہر سے دور جانا کتنا اچھا لگتا ہے، ہے نا؟

سلمی: (سر ہلاتے ہوئے) بالکل جناب۔ یہ تو آپ نے ٹھیک کہا کبھی کبھی شہر کی مصروف زندگی سے نکلنا چاہیے۔

یہاں رہ کر تازگی محسوس ہوتی ہے۔

وہ اپنے اردگرد کی خوبصورتی کو دیکھتے ہوئے اچھا محسوس کر رہی تھی۔

سلیم، مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔

جی میڈیم! تو سنائیے نہ بالکل، آپ کے ذہن میں کیا ہے؟

آپ کو معلوم ہے! کہ ہم ابھی کچھ عرصے سے کیسے اکٹھے رہ رہے ہیں......؟

(مسکراتے ہوئے) سلیم نے کہا بالکل۔۔۔ میں ہر اس لمحے کو پسند کرتا ہوں جو ہم ایک ساتھ گزارتے ہیں۔

اور پھر تم تو میری اکلوتی بیوی ہو۔

دیکھو! اب ہمیں اپنے معاملات کو سلجھانا ہوگا۔ ہمارے مستقبل کے بارے میں تو سوچو۔

میں تو سوچتا ہوں میری جان شروع دن سے۔

دیکھو اب میں پاکشیا میں اکیلے زندگی نہیں گزار سکتی۔

آپ شوگران میں کام کر رہے ہیں، اچھی خاصی تنخواہ ہے۔

تو پھر مجھے اپنے ساتھ شوگران کیوں نہیں لے جاتے؟

اور میں وہاں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔

سلیم: (روکتے ہوئے) یہ اتنا آسان نہیں ہے سلمی۔ پاکشیا سے شوگران منتقل ہونا تمھیں کوئی آسان کام لگتا ہے؟

مگر مجھے ہر صورت آپکے ساتھ جانا ہے۔ (اصرار کرتے ہوئے) اس کے بارے میں سوچو! اس سارے شور سے دور،

ہم مل کر زندگی بنا سکتے ہیں۔

بس ہم دونوں مل کر ایک ساتھ۔

سلیم (سسکتے ہوئے) میں بھی یہ چاہتا ہوں جان جی، لیکن میرا کام ... یہ کافی پیچیدہ ہے۔

اور اوپر سے کمپنی نے مجھے ابھی فیملی ویزہ بھی نہیں دیا۔

پہلے میں بات کرتا ہوں۔۔۔ پھر دیکھے گے تم کیوں فکر کرتی ہو؟

میرے خیال میں یہ جگہ مناسب ہے۔

ہاں گاڑی روک دو۔ چلو تھوڑی چہل قدمی کرتے ہیں۔

سلیم اور سلمٰی جنگل کی وسط میں جا رہے تھے، پتوں کے سرسراہٹ اور دور دور پرندوں کی آواز انہیں کافی اچھی لگ رہی تھی۔

وہ آرام پیدل سفر سے لطف اندوز ہو رہے تھے، ہنس ہنس کر کہانیاں ایک دوسرے کو سنا رہے تھے کہ اچانک موڈ بدل گیا۔

اب کیا ہوا سلمی؟

وعدہ کرو سلیم۔۔۔ تم مجھے اپنے ساتھ شوگران لے جاوگے؟

ارے بابا کہا تو ہے۔ پوری کوشش کرونگا۔

سلیم اپنے رستے میں رک گیا، اس کا دل دھڑک رہا۔۔۔۔

تھا۔کیاتم نے کچھ سنا ہے سلمی؟
اس نے سرگوشی کی،اس کی آواز میں بے چینی تھی۔
سلمیٰ!نے چونک کرادھرادھر دیکھا،لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی۔
ارے ہاں یہاں جانور جمع ہے۔
آو دیکھتے ہیں اندر کیا پڑا ہے؟
سلیم کی نظر جھاڑیاں کے درمیان کسی غیر معمولی چیز پر پڑی۔
ارے یہ کیا ہے؟
مجھےتو کوئی سوٹ کیس لگ رہا پے؟
متجسس ہوکر،وہ احتیاط سے قریب پہنچے،
سلمی نے یک دم زوردار چیخ ماری۔
وہاں،جزوی طور پر پتوں اور گندگی میں چھپا ہوا،ایک بے جان جسم پڑا ہوا تھا۔
یہ نظارہ کافی خوفناک تھا۔
پھٹے ہوئے لباس میں ملبوس،پیلی بے جان جلد کسی آدمی کی بوڈی لگ رہی تھی۔
ہمیں کیا کرنا چاہیے؟سلیم وہ لڑکھڑا گئی،
خوف سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔
سلیم نے پرسکون رہنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنا فون نکالا۔
''میں پولیس کو بلا رہا ہوں،''اس نے کہا،اس کی آواز مستحکم لیکن دھیمی تھی۔۔۔
مجھےتو ڈر لگ رہا ہے سلیم؟
ڈرومت بیگم بہادر بنو بہادر۔۔۔۔
اس نے ایمرجنسی نمبر ڈائل کیا،۔۔۔۔ان کے مقام اوران کی دریافت لاش کی وضاحت کی
اور پولیس والوں کو جائے وقوعہ پے پہنچنے کا کہا۔
میرے ساتھ رہو،سلمی،اس نے آپریٹر سے بات کرتے ہوئے زور دیا،
جہاں تک وہ ہو سکے جلدی آیئے۔حالات کی تفصیل میں آپکو بتا چکا ہوں۔

آپریٹر نے اسے یقین دلایا کہ مدد پہنچ رہی ہے،
لیکن انہیں جائے وقوعہ پر رہنے اور کسی بھی چیز کو چھونے سے گریز کرنے کا مشورہ دیا۔
وہ ایک ساتھ کھڑے تھے، کانپتے ہوئے، ان کے باہر پکنک منانے کا ابتدائی جوش بالکل ماند پڑ گیا تھا۔
جب وہ انتظار کر رہے تھے، تو سلیم ادھر ادھر دیکھتا رہا، وہ توقع کر رہا تھا،
کہ درختوں سے کوئی نکلے گا، مگر خوش قسمتی سے کوئی حملہ آور وہاں موجود نہ تھا۔
جب کہ سلمیٰ کے ذہن میں ۔۔۔۔سوالات کی دوڑیں لگ گئیں:
یہ شخص کون تھا؟ وہ یہاں کیسے پہنچے؟
آخر یہ کس بے چارے کی لاش ہے؟
سلمی بیگم بس بھی کرو! اب اور مت سوچو۔
پچیس منٹ ۔۔۔گھنٹوں کی طرح محسوس ہوئے جب تک کہ آخر کار انہوں نے سائرن کی دور سے آواز سنی۔
جنگل، جو کسی زمانے میں پناہ گاہ ہوا کرتا تھا، اب اسے برا اور کلاسٹروفوبک محسوس ہو رہا تھا۔
جب پولیس پہنچی تو وردی پوش اہلکاروں نے فوری طور پر صورتحال کو سنبھال لیا۔
انہوں نے علاقے کو گھیرے میں لے لیا اور تفتیش شروع کی، سلیم اور سلمیٰ سے انٹرویو کیا،
کہ انہوں نے کیا دیکھا اور لاش کیسے ملی۔
جیسے وہ بول رہے تھے، ایسے لگ رہا تھا کہ انکے اندر کا، خوف اب بھی موجود تھا۔
خوف کا ایک احساس ان پر بس کسی طرح گزر گیا۔
اچھا تو آپ ہے مسٹر سلیم؟
جی سر! میں دراصل اپنی بیوی کیساتھ یہاں وقت گزارنے آیا تھا۔
تو اچانک ہمیں یہ لاش مل گئی۔
آپ نے اچھا، کام کیا جو ہمیں اطلاع کی۔
ہا آپ نے اپنی ذمہ داری اچھے سے نبائی ہے شاباش۔
کیپٹن فیاض ۔۔۔۔سلیم کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔
کیا ہوا تھانیدار کچھ خاص ملا؟
نہیں صاحب! لاش کا چہرہ کافی خراب ہے۔

جیسے کسی پتھر سے کچلا گیا ہو۔
بالکل بھی چہرے کی پہچان نہیں ہو رہی۔
کپڑے بھی پھٹ چکے ہیں۔
جیبیں سب خالی، اور یہ پرانا سوٹ کیس ہے۔
جو کچھ بھی یہاں گند میں پڑا ہوا ہے۔۔۔مگر مجھے نہیں لگتا کہ یہ اس آدمی کا ہو گا۔
اچھا ٹھیک ہے تم لاش کی تصاویر لے لو۔۔ک اور فورا اسے پوسٹ مارٹم کے لئے بجھوا دو۔
یس سر! تھانیدار فیاض کو سیلوٹ مارتے ہوئے۔

کیا حسین سماں ہے۔خوش گوار موسم ہے۔
اب نئے موسم کے پھول نکلنے لگے تھے،
کونسلیں انگڑائیاں لے کہ نئے نئے شگوفوں کو جنم دیتیں،
ساحلی ہوائیں افق کی دنیا سے تازگی لاتیں اور موجیں ساحل سے اس طرح لوٹتیں جیسے کوئی کہ بھولی بائی جسم میں ارتعاش لئے فرش سے اٹھ رہی ہو۔
عمران اس وقت اپنے کمرے میں تنہا تھا اور اس نے سگار کا ایک کش لیا۔
باہر گہرا اندھیرا تھا لیکن موسم خوشگوار تھا۔
وہ اس وقت کیا کر رہی ہو گی؟
اس نے ضرور فیکے۔۔۔کے متعلق سوچا ہو گا، شاید وہ سو رہی ہو گی؟
نہیں بلکہ جھروکوں کے نزدیک کرسی پر بیٹھی کچھ سوچ رہی ہو گی۔۔۔
یا دریچے میں کھڑی اپنے بال درست کر رہی ہو گی۔۔۔
یا مسہری پر اپنی کسی سہیلی کے ساتھ لیٹی فون پر بات کر رہی ہو گی۔۔
یا چمیکلی کیساتھ میری باتیں کر رہی تھی۔۔۔

کیا بات ہے واہ جی واہ۔

میں ہر ے موسموں میں جلتا رہا
خوشبوؤں سے دھواں نکلتا رہا
آگ پر ہونٹ رکھ دیتے تھے کبھی
آخری سانس تک پگھلتا رہا
روح سے پھوٹتی رہیں کرنیں
جسم پرچھائیوں میں ڈھلتا رہا
میں اکیلا کبھی کارواں کی طرح
راستوں کے بغیر چلتا رہا
حادثے مجھ کو پیش آتے رہے
اور زمانے کا جی بہلتا رہا
میری آواز منحرف نہ ہوئی
وقت کا فیصلہ بدلتا رہا
زندگی مجھ کو قتل کرتی رہی
موت کی وادیوں میں پلتا رہا
کاروبارِ سخن کیا میں نے
یا مظفر لہو اُگلتا رہا

عمران کھڑکی کے پاس اپنی پسندیدہ کرسی پر آرام سے بیٹھا،
شیشے سے ٹپکنے والی بارش کی تال کی آواز اس کی دوپہر کا ایک پُرسکون پس منظر بنا رہی تھی۔
ساتھ ساتھ وہ یہ نظم بھی گنگنانے میں مصروف تھا۔
مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک موٹے ناول میں مگن تھا، اس کے صفحات ایڈونچر اور سازشوں سے بھر پور تھے۔
کیا بات ہے یہ سازش کبھی بھی کامیاب نہیں ہو گی۔

کبھی کبھار، وہ بارش کی تعریف کرنے کے لیے نظریں اٹھاتا جب کہ یہ بارشوں کا موسم نہ تھا۔

اس آرام دہ ماحول میں اس کے سردار سلیمان کی آواز گونج اٹھی۔۔۔۔

جو ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

عمران صاحب، ہمیں بات کرنی ہے، اس نے کہا، اس کا لہجہ فوری اور غصے والا تھا۔

کچن میں کھانا نہیں ہے۔

کھانے پینے کا راشن۔۔۔ پھر سے ختم ہو گیا ہے۔

آج مہینے کی انتیس تاریخ ہے۔

اس تیز بارش کے ساتھ، ہم باہر سے کھانا ڈیلیور کرنے کی توقع نہیں کر سکتے۔

ہمیں بازار جا کر کچھ نہ کچھ خریدنا پڑے گا۔''

صاحب! یہ آپ کس کی نظم پڑھ رہے تھے؟

کونسی نظم سردار سلیمان؟

وہی جو ابھی آپکے لبوں پے تھی۔

اچھا وہ۔۔۔۔ وہ تو مظفر وارثی کی نظم ہے۔

اس خوش گوار موسم میں مجھے نظمیں پڑھنا بہت پسند ہے۔

کونسا خوشگوار موسم صاحب؟

باہر موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔

کیا واقعی؟

عمران نے ہچکچاتے ہوئے کتاب میں اپنی جگہ کو نشان زد کیا۔

کیا باہر سیلاب بہہ رہا ہے، اس نے بارش کو پیچھے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

کیا ہم اس کے ختم ہونے تک انتظار نہیں کر سکتے؟

''نہیں، ہم انتظار نہیں کر سکتے۔''

سلیمان۔۔۔ نے اپنی پیشانی کو ہلاتے ہوئے کہا۔

ہم دوسری صورت میں یہاں پھنس جائیں گے۔

ہم ایک چھتری پکڑ سکتے ہیں اور جلد بازار جا سکتے ہیں۔

ہچکچاتے ہوئے عمران کھڑا ہو گیا اور دراز ہو گیا۔

طوفان میں جانے کا سوچنا تو دور کی بات تھی ،لیکن بھوکی شام کا امکان اس سے بھی کم مصیبت نہ تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے سر ہلایا۔

''ٹھیک ہے، چلتے ہیں۔''

ویسے صاحب! یہ آپ جو یہ موٹا ناول پڑھ رہے تھے؟

بقول آپکے اس خوش گوار موسم میں؟

اس ناول کا نام جان سکتا ہوں؟

سردار سلیمان! اس ناول کا نام ہے خاک اور خون

نسیم حجازی صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔

اور خاص کر ہمارے جیسے علامہ اقبال کے شاہینوں کے لئے لکھی گئی ہے۔

سمجھ گیا صاحب۔۔۔

جب وہ جانے کی تیاری کر رہے تھے،

تو عمران نے سلیمان کو کہا۔۔۔۔سر سلطان کا کوئی خط یا فون تو نہیں آیا۔

نہیں صاحب! کوئی خط یا فون نہیں آیا۔

البتہ آپکے دوست سوپر فیاض! ہر گھنٹہ بعد فون کرتے رہتے ہیں۔

انکو ڈر ہے! کہ کہی آپ شاہی محلے تو نہیں جائے۔

آخر بندے کی ریپوٹیشن بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔

بس بس زیادہ مت بولو۔

مارکیٹ سے سامان لینے کے بعد ٹہلتے ٹہلتے میری قدموں نے جواب دے دیا ہے۔

سلیمان! تم اب واپس گھر جاو میں سامنے والے شاپ سے اخبار خرید کے آتا ہوں۔

آخر ہمارے پیارے وطن پاکشیا میں کیا چل رہا ہے؟

کوئی خیر خبر تو ہمیں ہو۔

اچھا صاحب! میں چلتا ہوں جلدی گھر آنا۔

عمران اخبار والے سے۔۔

چچا!،آج کا اخبار تو دینا۔

یہ لو بیٹا۔۔۔لگتا ہے آج کل تمھارے پاس ڈھیر سارے روپے گئے ہیں

جو اس بارش کے موسم میں خرچ کر رہے ہو۔

کونسے روپے چچا؟

مجھے آپکے باورچی سیلمان نے بتایا تھا۔۔

کہ عمران صاحب! کی صابن بنانے والے کارخانے میں نوکری لگ گئی ہے۔

یہ آپکو سیلمان نے بتایا ہے؟

جی بالکل۔۔

عمران غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔

اچھا میں چلتا ہوں۔

ابھی بھی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔

ہوا تیزی سے چل رہی تھی۔

لوگ بارش سے بچنے کے لئے ادھر ادھر پناہ لے رہے تھے۔۔۔

اچانک عمران نے باہر ایک لڑکی کو دیکھا،

جو تیزی سے گلی میں آ رہی تھی،اس کا حجاب اس کے پیچھے لہرا رہا تھا۔

چلتے چلتے وہ جلدی میں عمران سے ٹکرا گئی۔

میں معذرت چاہتا ہوں محترمہ۔

نہیں آپ کیوں معذرت کر رہے ہے؟

غلطی تو ساری میری ہے۔

وہ بے چین نظر آ رہی تھی،سامنے ہوٹل پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

اس نے دیکھا جب وہ کونے میں ایک معمولی ہوٹل کی طرف بڑھ رہی تھی،

اس کی رفتار ہر قدم کے ساتھ تیز ہوتی جا رہی تھی۔

آخر یہ لڑکی اس ہوٹل میں کیوں جا رہی ہے؟

تجسس پیدا ہوا،عمران لڑکی کی طرف متوجہ ہوا۔ اسے ذرا دیکھو۔ میں حیران ہوں کہ کیا ہو رہا ہے۔

کیونکہ عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ سامنے والا ہوٹل بدنام زمانہ اور لوفر لفنگوں کا خاص اڈا ہے۔

وہاں فیملی لوگ نہیں جاتے تھے۔

زیادہ تر جرائم پیشہ اور جوا کھیلنے والے بے کار لوگ ہی جاتے تھے۔

جبکہ یہ لڑکی برقعے میں ملبوس اور شریف لگ رہی تھی۔

یہی بات عمران کو کھٹک رہی تھی۔

عمران نے کندھے اچکاتے ہوئے واضح طور پر اپنے مشن پر زیادہ توجہ مرکوز کی۔

آیئے پریشان نہ ہوں پیارے فیکے عرف عمران۔

اگر ہم نے جلدی نہ کی تو ہم بھیگ جائیں گے۔

اور وہ لڑکی بھی چلی جائے گی۔

عمران کے خیالات لڑکی بارے میں۔

وہ اتنی جلدی میں کیوں تھی؟

وہ اس ہوٹل میں کیا کر رہی ہوگی؟

جب کے شکل سے وہ سیدھی سادھی لڑکی معلوم ہوتی ہے؟

آخر یہ چکر کیا ہے۔

عمران نے رین کوٹ پہنا ہوا تھا۔

وہ بھی اس لڑکی کے پیچھے ہوٹل میں داخل ہوا اندر کافی لوگ میزوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

کوئی جوا کھیل رہا تھا۔۔تو کوئی ٹی وی پے کرکٹ دیکھ رہا تھا۔

ہوٹل کے کونے میں اسے وہ لڑکی نظر آئی، جو کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

ایک لڑکا اسکے ساتھ موجود تھا۔

عمران خاموشی سے لڑکی کے بیک سائیڈ والی کرسی پر بیٹھ گیا اور اخبار پڑھنے لگا۔

ویٹر۔۔۔عمران کی جانب آ رہا تھا مگر اشارے سے عمران نے روک دیا کہ واپس جاو۔

اصل میں وہ اس لڑکی کی گفتگو سن رہا تھا۔

ابھی بھی زور کی بارش ہورہی تھی۔
بادل زور سے گرج رہے تھے۔
اور آس پاس چائے کے پیالیوں کی کٹ کٹ کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔
ابے سالے سور کی اولاد۔۔۔۔
ایک بدمعاش گالی دینے لگا۔۔
آوٹ ہوگیا سالا وہ کرکٹ دیکھ رہا تھا۔
دیکھو انعم! تم سمجھنے کی کوشش کرو ابھی نہیں ہوسکتا۔
کیوں نہیں ہوسکتا ساجد؟
آخر اس میں مسئلہ کیا ہے؟
آخر تم اپنی امی سے بات کیوں نہیں کرتے؟
کسے بات کروں انعم؟ امی گھر پر نہیں ہے۔
امی لاہور درگاہ پر گئی ہے۔
اچھا ٹھیک ہے ساجد! اگر امی نہیں ہے۔تو چچی تو موجود ہے نہ۔۔۔اس سے بات کرلو؟
کس کی بات کر رہی ہو؟ انعم
شازیہ چچی کی اور کس کی جو تمھارے گھر میں مقیم ہیں۔
ارے بابا شازیہ چچی کوئی میری سگی تو ہے نہیں۔
وہ تو امی کی دور کی سوتیلی رشتہ دار ہے۔۔۔تو وہ اور ان کا جوان بیٹا اسلم ہمارے ساتھ رہتا ہے۔
کیونکہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔
ہم لوگوں کی جائیداد مشترک ہے۔
لہزا وہ ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔مگر ہے تو سوتیلے نہ۔
یہ سب میں نہیں جانتی! بس اپنی امی سے بات کرو یا مجھے ان سے ملواؤں۔۔۔
ورنہ ابا میری شادی محلے کے لوفر اشفاق! سے کرادینگے۔
تمھارے ابا کی یہ مجال؟
دیکھ لونگا ان کو بھی ساجد کی آنکھوں سے نفرت کے شعلے نکلنے لگے۔

اچھا اب میں چلتی ہوں۔

بارش بھی رک گئی ہے۔

عمران فورا ہوٹل سے نکلتا ہے۔۔۔۔اور باہر چوک میں کھڑا ہوتا ہے۔

لڑکی ہوٹل سے نکلتی ہے اور چلی جاتی ہے۔

۔۔۔۔۔

بارش رک چکی تھی،مگر ٹھنڈی ہوائیں بدستور چل رہی تھی۔

عمران اپنی عادت کے مطابق اسے آدمی کا پیچھا کر رہا تھا۔

چلتے چلتے وہ ایک دوکان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

مجھے سیگرٹ کا ایک پیکٹ اور دو ملک پیک دو۔

یہ لیجئے صاحب۔۔

عمران بھی رین کوٹ پہنے ہوئے۔۔۔اس دوکاندار سے

بولا مجھے بھی ایک سیگرٹ چاہیئے۔

ایک سیگرٹ چاہیئے پورا ڈبہ نہیں۔

ویسے بابو جی۔۔۔آپکو اس علاقے میں دیکھا نہیں؟

دوکاندار پوچھنے لگا۔

آپ کون ہے؟۔

میں شرلاک ہومز ہوں۔

وہ آدمی روانہ ہوا تو عمران بھی سیگرٹ چھوڑ کے اس کے پیچھے روانہ ہوا۔

اسکو اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ انجان شخص مسلسل میرے ساتھ چل رہا ہے۔

اور میرا پیچھا کر رہا ہے۔

اچانک وہ جان بوجھ کے بجلی کے کھمبے کے پاس کھڑا ہو گیا۔

عمران بھی نائی کے دوکان۔۔۔کیساتھ کھڑا ہو گیا۔

ہاں بھئی لالے! بال منڈوانے کے کتنے پیسے لیتے ہو؟

کیوں صاحب! آپ نے ٹنڈ کروانی ہے؟
کیا یاد دلا دیا ہائے ہائے۔۔۔

دو سگی بہنوں کی دو گنجوں سے شادی ہوگئی
اور یہ بے زلف بھی ہم زلف کہلانے لگے

احمد علوی کا شعر ہے۔
نائی زور سے ہسنے لگا۔
عمران بھی احمقوں کیطرح زور سے ہسنے لگا۔۔
آہاہاہاہا۔۔۔آہاہایاہا۔۔۔
جیسے ہی وہ آدمی روانہ ہوا عمران بھی اسکے پیچھے چلنے لگا۔
پانچ منٹ پیدل چلنے کے بعد اس آدمی کا صبر جواب دے گیا۔
وہ ایک حویلی نما گھر جوکہ کافی پرانا اور شکستہ تاریخی شہکار لگ رہا تھا۔
ایک بڑے سے لکڑی والے دروازے کے سامنے رک گیا۔
اور زور سے بولنے لگا دیکھئے مسٹر آپ جو بھی ہے۔
میں مسلسل دیکھ رہا ہوں کہ آپ میرا پیچھا کر رہے ہے؟
میں جہاں جاتا ہوں آپ وہی آجاتے ہیں؟
آخر یہ چکر کیا ہے؟
چکر۔۔۔وکر تو کچھ نہیں۔۔
بس بارش میں چہل قدمی کرنا مجھے پسند ہے۔
تو آپکے اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ میرا گھر ہے۔
اور اب آپ میرے گھر میں بھی گھسنا چاہے گے؟
ہاں اگر ضرورت پڑی تو وائی ناٹ۔۔۔۔
کیا کہا یہ سن کر اسکے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا۔

ٹھہرو میں پولیس کو فون کرتا ہوں۔۔

پولیس کو فون۔۔۔۔؟

تو کیسے کرو گے فون؟

تمھارے پاس تو فون ہے نہیں۔۔۔

عمران اپنے کوٹ سے موبائل فون نکال کے اس کو دیتے ہوئے۔

اجی حضرت! یہ لیجئے فون اور کریں بولا لیجئے پولیس کو۔۔

بلکہ فائر بریگیڈ یا گریڈ سیشن سے بجلی والوں کو بھی بلا لیجئے۔۔

بجلی والوں کو کیوں بلاوں؟

کیونکہ آپکے گھر کیساتھ گریڈ سٹیشن قریب ہے نہ اس لئے۔

عجیب ہی پاگل انسان ہے آپ؟

اجی قبلہ! پاگل انسان ہوں؟

یا پاگل دلہا؟

یا پاگل عاشق؟

یا۔۔۔ پاگل لڑکیوں سے ہوٹل میں ملنے والا۔۔۔

اب تمھاری مرضی جو سمجھو؟

ویسے آپ ہے کون جناب؟

میں وہ ہوں جو تم نہیں ہو اور جو تم نہیں ہو وہ میں ہوں۔۔۔اب سمجھے یا سمجھاوں؟

عجیب شخص ہو۔۔۔

اچانک اندر سے ایک نوجوان بلیو پینٹ اور پیلے شرٹ پہنے نکل آیا جو غالباً تیس پینتس سال کے قریب لگ رہا تھا۔

ساجد بھائی یہ آپ کس سے گفتگو کر رہے ہے؟

یہ صاحب کون ہے؟

یہ تمھیں گفتگو لگ رہی ہے؟

میں تو سر کھپا رہا ہوں۔۔۔پتہ نہیں یہ کس مٹی کا بنا ہے؟

جی ملتانی مٹی کا۔۔۔خالص ملتانی مٹی عمران احمقوں کیطرح دیدے نچا نچا کر بولا۔

ویسے اگر میں صحیح اندازہ لگا رہا ہوں تو آپ غالبا اسلم میاں ہے۔

ارے جناب آپ مجھے کیسے پہنچاتے ہے؟

بس میں ہر ایک کو پہنچا تا ہوں۔

ساجد بھائی! یہ تو بڑے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔

آپ اندر بیھٹک میں آیئے،

وہاں بات چیت کریں یہ رستہ ہے۔

مناسب نہیں لگتا۔۔۔

ویسے اسلم میاں۔۔۔۔آپ اس ساجد سے زیادہ چالاک ہے۔

مم۔۔۔مم۔۔۔میرا مطبل ہے کہ آپ زیادہ اچھے انسان ہے۔

ویسے مہمان خانے میں بلانے کا شکریہ۔۔

عمران اپنا ہیٹ اتار کے سامنے والی کرسی پر رکھتا ہے۔۔

اسلم میاّں مہمانوں کو عموما پاکشیا میں لوگ چائے پلاتے ہے؟

اوہ! مجھے شرمندہ تو نہ کریں ابھی لاتا ہوں چائے۔

ہہ کہہ کر اسلم وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا ہے۔

ہاں تو مسٹر ساجد اصل میں تم سے ہی بات کرنے آیا تھا۔

پہلے یہ بتاو یہاں سے کوئی ہماری باتیں تو اندر نہیں سن سکتا؟

نہیں اندر کوئی دروازہ یا روشن دان نہیں ہے صرف یہی باہر سے دروازہ ہے بس۔

جی آپ پوچھیئے۔۔۔

آخر آپ انعم سے شادی کیوں نہیں کرتے؟

یہ سن کر ساجد کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

مگر آپ کیسے انعم کو جانتے ہیں؟

میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ مجھے پیر تولی شاہ کے جنات نے بتایا ہے۔

کیا آپ انعم کے رشتہ دار ہے؟

ہاں میں اسکا دور کا کزن ہوں مگر اسے بتانا مت کیونکہ وہ کافی خودار اور شریف لوگ ہے۔

کیسے شریف لوگ ہے جناب؟

اس کا باپ تو اسکی شادی محلے کے آوارہ لفنگے ٹامی سے کروانا چاہتا ہے۔

وہی ٹامی! جو آئے روز لوگوں کو دھمکیاں دیتا ہے، اور جوا اور شراب کی لت میں مبتلا ہے۔

ارے جناب۔۔۔آپ تو اس ٹامی کو بھی پہنچاتے ہے؟

بتایا تو ہے میں شرلاک ہومز کی آتما ہوں۔

آخر یہ شر۔۔شر۔۔ل۔۔۔ک ہومز کیا چیز ہے؟

چھوڑو یہ تمھاری سمجھ سے باہر کی چیز ہے۔

تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا؟

تو کیسے شادی کروں انعم سے؟

اماں ہے گھر پے؟

کس سے بات کروں؟

کیونکہ آپکی والدہ گھر پر موجود نہیں؟

نہیں جناب امی! پانچ سال پہلے امی درگاہ کی زیارت کے لئے گھر سے گئی تھی۔

اور بعد میں انکا خط آیا۔۔۔کہ وہ وہاں سے حج کے لئے جارہی ہے۔

اور اب تک واپس نہیں آئی۔

تو بےوقوف آدمی۔۔۔اب تک اپنی ماں کی خیر خبر نہیں لی تم نے؟

کیا خبر لیتا۔۔۔جب وہ اپنی مرضی سے سرزمین مقدس پے گئی ہے۔

اسی دوران چائے کی ٹرے لئے اسلم بیٹھک میں داخل ہوئے۔

یہ لیجئے جناب گرم گرم دودھ پتی چائے۔

ویسے اس میں الائچی ڈالی ہے؟ عمران پوچھنے لگا۔

نہیں جناب اگر معلوم ہوتا تو۔۔۔

چلو کوئی بات نہیں۔۔۔

بارش کے اس ٹھنڈے موسم میں دودھ پتی سے ہی کام چلا لینگے۔

چائے کا بہت شکریہ اب میں اجازت چاہوں گا۔

عمران بھیگے کپڑوں کیساتھ وہاں سے نکلا اور واپس اسی بدنام زمانہ ہوٹل چلا گیا۔

صاحب کب سے آپکا انتظار کر رہا تھا۔

کیوں سردار سلیمان ایسی بھی کیا آفت آ گئی؟

صاحب آپکے تو سارے کپڑے بھیگ چکے ہیں۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس فالتو اور نکمے رین کوٹ کو ردی میں بیچ دیں۔

پھر میں پہنوں گا کیا؟

شادی کی شیروانی وہ بھی میری پسند کی۔

لاحول ولا قوۃ

ویسے بات کیا تھی؟

صاحب صبح سے تیس ٹیلی فون آ چکے ہیں۔

فیاض صاحب کے۔۔۔بار بار مجھ سے کچھ اگلوانے کے کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔

بار بار پوچھ رہے تھے۔

کہ عمران کے پاس ہوم ڈیپارٹمنٹ والا کوئی کارڈ ہے؟

اور کیا واقعی وہ کسی کو جواب دہ نہیں۔وغیرہ وغیرہ۔

اس پر دھیان مت دو وہ اپنی بیوی کا پیارا ہے۔

اس کا دماغ گھوڑے کیطرح دوڑ رہا ہے۔

چلو میرے پیارے باورچی۔۔۔ایک عدد کافی اور ایک موٹی کتاب لاو سامنے کی الماری سے۔

عمران صاحب۔۔۔مائنڈ مت کرنا مگر وہ الماری کم اور کتابوں کا کباڑ خانہ زیادہ ہے۔

چپ کم بخت کہی کے۔۔۔تم میرے ذوق کی توہین کر رہے ہو۔

کونسی کتاب لاوں۔۔

الماری کے کونے میں وہ موٹی کتاب۔۔

چند ادبی شخصیتیں جن کے مصنف شاھد احمد دہلوی صاحب ہے وہ والی کتاب۔۔

صاحب اس میں تو ساری دنیا کی میرا مطلب ہے پاکشیا کی تمام ادبی لیجنڈز کے خاکے لکھے ہوئے ہیں۔

مجھے اس طرح کی کتابوں سے عشق ہے واللہ۔۔

دیکھا میں نہ کہتا تھا آخر میرے پیارے اکلوتے

باورچی سلیمان پر میرا اچھا اثر پڑ رہا ہے۔

بڑا اچھا اثر پڑ رہا ہے کبھی کبھی تو مجھے خود شرلاک ہومز بنا پڑتا ہے۔۔۔سلیمان طنز سے بتاتے ہوئے۔

صاحب یہ لیجئے گرم گرم کافی۔

نوش فرمائیں۔۔۔

عمران کتاب پڑھ ہی رہا تھا کہ باہر سے چیخنے کی آوازیں آنے لگی۔۔

عمران کھڑکی سے نیچے جھانکنے لگتا ہے۔

کیوں چیخ رہے ہو؟

کیا مصیبت آئی ہے اس وقت؟

نیچے رفیق الدین۔۔۔۔دبلا پتلا جسم۔۔عمر چالیس سال سے تجاوز کر چکی تھی۔

اس کے لمبے چہرے پر چھوٹی پتلی مونچھیں عجیب ہی لگتی تھی۔

عمران صاحب آپکا لفافہ آیا ہے۔

میں دینے آیا تھا مگر آپکے کم بخت اور نامعقول باورچی نے مجھے اوپر آنے نا دیا۔

کیونکہ آئے دن وہ مجھ سے منہ ماری کرتا ہے۔

سودہ لے جاتا ہے۔۔۔اور سودے کے روپے ادا نہیں کرتا۔

کہتا ہے کہ صاحب۔۔صابن بنانے والے کارخانے میں کام کرتے تھے مگر ان کو نوکری سے نکال دیا ہے۔

لہزا تنخواہ نہیں ملی۔۔

اچھا میں آتا ہوں ٹھہرو۔۔۔

سلیمان کم بخت مارے۔۔

تم نے تو مجھے پورے محلے میں بدنام کر دیا ہے۔

تمھاری خبر تو میں بعد میں لوں گا۔

عمران ہاتھ میں لفافہ لئے فوراواپس آئے اور لفافہ کھولنے لگے۔

اس میں کچھ ضروری فائل اور کاغذات تھے۔

کہ پانچ سال پہلے پاکشیا سے حج کے لئے کون کونسے لوگ ملک سے باہر گئے تھے۔

وہ سب کچھ بھول کر سیلمان سے کہتا ہے۔۔۔کہ میں ضروری کام سے جا رہا ہوں۔

رات کو واپس آونگا۔

صاحب کہاں جا رہے ہو؟

تم سے مطلب میں جہاں بھی جاوں۔

فلحال سورج کو پکڑنے جا رہا ہوں۔

یہ کیا بات ہوئی بھلا؟

یہی تو بات ہے پیارے سیلمان۔۔۔۔آل پاکشیا باورچی ایسوسی ایشن کے چیئرمین۔۔۔

رنگے ہاتھوں پکڑ لیا میں نے...

شام سورج چُرانے والی تھی....

اچھا آپکی مرضی چاند کو پکڑو یا سورج کو۔

آپکے شاعرنہ ذوق سے میں تنگ آچکا ہوں۔

عمران شہر کے وہی بدنام زمانہ ہوٹل ڈے نائٹ گیا۔

اندر داخل ہوتے ہی اس نے کاونٹر پے منیجر سے بات چیت شروع کی۔

ہوٹل میں کئی بے کار آوارہ لفنگے بیٹھے ہوئے تھے۔

منیجر صاحب۔۔۔یہ چند تصاویر ہیں کیا تم ان کو جانتے ہو؟

ہاں صاحب۔۔۔یہ ایک تو ساجد ہے؛ جو ہر مہینے اسی ہوٹل میں ایک لڑکی سے ملنے آتا ہے۔

اور یہ دوسری تصویر ماجد کی ہے؛ یہ اسی ساجد کا چھوٹا بھائی ہے،اور وہ بھی یہاں روز آتا تھا۔

کس کے ساتھ آتا تھا؟

اکیلے ہی آتا تھا اور مختلف لوگوں کیساتھ جوا کھیلنے کی اسے لت پڑ چکی تھی۔

لاکھوں روپے ہار چکا تھا۔

اور کئی لوگوں کا تو مقروض بھی تھا۔

مگر میں نے ماجد کو کافی عرصہ ہوا نہیں دیکھا۔

اسکے کئی دوست مجھ سے آج بھی سوال جواب کرتے رہتے ہے۔

تقریباً کتنا عرصہ ہوا ماجد ہوٹل نہیں آیا؟

صاحب لگ بھگ پانچ سال تو ہو چکے ہیں۔

میں نے اسے گھر، محلے اور ہوٹل میں نہیں دیکھا۔

ویسے سر آپکا نام جان سکتا ہوں؟

میرا نام فردوس ہے۔۔۔۔فردوس جمال۔

عمران ضروری معلومات حاصل کر کے ہوٹل سے نکلا اور سیدھا اپنے فلیٹ جانے لگا۔

سلیمان۔۔۔سلیمان کہاں مر گئے ہو؟

اس قدر گلا پھاڑنے کی کیا ضرورت ہے بھلا؟

ضرورت ہے پیارے ضرورت ہے۔

کیا ضرورت ہے بتایئے۔

کیا تمھارے پاس فالتو سٹیل اور جرمن کے پتیلے وغیرہ ہیں؟

کیوں پرانے برتنوں کا کیا کرنا ہے؟

بیچوں گا پیارے بیچوں گا۔

ٹھیک میں کل سارے برتن سٹور سے نکال کر رکھ دوں گا۔

ابھی میں مصروف ہوں۔ٹاٹا۔۔۔بائے۔۔۔بائے۔

ساجد کے محلے میں ایک آدمی زور سے آوازیں لگا رہا تھا۔

برتن قلعی کرالوں۔۔۔برتن قلعی کرالو۔۔

پرانے برتن نئے کروالو۔۔

اچانک گھروں سے دھڑادھڑ خواتین برتن نکال کر باہر آ گئی۔

اے برتن والے۔۔۔۔

کون میں؟۔۔۔

ہاں ہاں۔۔۔تم ادھر تو آو۔۔

جی بی بی جی فرمایئے۔۔۔ یہ چند پرانے برتن ہے ان کو چمکا دو۔۔

چمکا دوں گا آنٹی جی۔

ارے کم بخت مارے۔۔۔کیا میں تمھیں آنٹی نظر آتی ہوں؟

ابھی میری عمر ہی کیا ہے؟

تقریبا ساٹھ کے قریب۔۔

بکومت ابھی تو میں جوان ہوں۔

اور بھرپور شباب میں ہوں۔۔

بس بس زیادہ مت بولو۔۔

سچی کہہ رہا ہوں آپ آنٹی نہیں بلکہ باجی لگتی ہے۔

آپ کتنی گریس فل۔۔۔اور دلکش ہے۔

وہ کافی شرمانے لگتی ہے۔

ویسے ایک بات پوچھوں؟

یہ آپکے ساتھ والے گھر سے کوئی خاتون نہیں نکلی؟

کیا یہاں کھانا نہیں بنتا؟

کیوں نہیں بنتا مگر پانچ سال ہوئے۔۔۔رضیہ کو میں نے نہیں دیکھا۔

کیوں رضیہ خالہ مرگئی؟

ارے نہیں بھئی پانچ سال پہلے درگاہ گئی تھی زیارت کے لئے۔

پھر ساجد نے ہم سب کو بتایا کہ وہ حج کے لئے چلی گئی ہے۔

وہ دن ہے اور آج کا دن ہے رضیہ کی خیر خبر نہیں۔

تو کیا ساجد اکلوتا لڑکا ہے؟

ارے نہیں رضیہ کا چھوٹا لڑکا ماجد بھی تھا۔

مگر گلی محلے کے آوارہ دوستوں اور بری سنگت نے بگاڑ دیا تھا۔

اور ایک بات بتاوں آج سے پانچ سال پہلے میں نے دوپہر کو شازیہ کو رضیہ کو دھکا دیتے دیکھا تھا۔

بچاری رضیہ کا بازو زخمی بھی ہوا تھا۔

میں گلی میں جا رہی تھی۔۔۔ارے پپو کے ماں کے گھر ختم شریف ہو رہا تھا۔

تو کھڑکی سے میں نے اندر جھانکا تو رضیہ کی یہ چچا زاد پتہ نہیں ہے بھی یا نہیں؟

اسی کلموہی شازیہ نے رضیہ سے منہ ماری کی۔۔۔اور اسے دھکا دے دیا۔

اس کمینی کی شروع سے ہی رضیہ اور اسکے بچوں کی جائیداد پر نظر ہے۔

اس دن ماجد۔۔۔بھی ماں سے لڑ جھگڑ رہا تھا۔

اچھا باجی۔۔۔آپ یہ پرانے برتن مجھے دے دیں کل میں آپکو نئے برتن لا دوں گا۔

ٹھیک ہے لے جاو۔۔۔میں ذرا پپو کے ماں کے گھر چکر لگا لوں۔

توبہ ہے کتنی باتونی ہے یہ باجی۔۔۔

مگر عمران کو جو معلوم کرنا تھا وہ آسانی سے سب معلوم کر چکا تھا۔

کیوں سلیمان پاشا سب کچھ تیار ہے یا نہیں۔

صاحب! کل آپکے ناشتے کے لئے دو انڈوں کا آملیٹ۔۔۔سویٹ ڈش میں مربہ۔۔مکھن اور آدھا کلو دودھ وہ تازہ دودھ جگ بھرا ہوا۔۔۔

جبکہ دوپہر کے کھانے میں بریانی، کھیر، آدھا کلو بڑا گوشت، دو عدد چپلی کباب۔۔۔

اور رات کے کھانے میں مٹن کڑاہی اور دال چاول اور اچار۔

بس یہی کچھ تیار۔۔۔۔

بس بس پیارے میرا پیٹ ہے کوئی تندور نہیں۔

اچھا صاحب یہ بتائے یہ ناوقت آنا کیسے ہوا؟

کیا بھوک لگ رہی ہے؟ سلیمان نے پوچھا۔

نہیں بس تھک گیا تھا اب مجھے سونا ہے۔

دوسرے دن صبح ٹھیک گیارہ بجے ساجد کے گھر عمران اسکے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

اسلم نے رسمی علیک سلیک کے بعد اسے چائے پوچھی۔۔

تو عمران جواب میں مسکرانے لگا اور اسلم چائے کے لئے گھر کے اندر چلا گیا۔

عمران بیٹھک کی کمرے کی کھڑکی سے باہر لوگوں کو آتے جاتے دیکھ رہا تھا۔

ساجد صاحب۔۔۔۔دراصل میں آپ سے ہی ملنے آیا تھا۔

بات یہ ہے کہ آپکی والدہ کبھی ملک سے باہر گئی ہی نہیں۔

نا وہ حج پے گئی ہے۔

ساجد۔۔۔یہ سن کر حیرانی سے کھڑا ہوتا ہے۔

مگر آپکو کیسے پتا؟

دیکھیئے پچھلے پانچ چھ سالوں میں جتنے لوگ ملک سے باہر گئے ہیں، ان میں آپکی والدہ کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں۔

اور جو دوسری بات تھی درگاہ والی وہ بھی جھوٹی ہے۔

کیونکہ مذکورہ درگاہ کے نام سے کوئی مزار ہے ہی نہیں،

تو پھر آپکی والدہ کہاں گئی؟

آپکو اسی مہینے پولیس میں رپورٹ درج کروانی چاہیئے تھی۔

مجھے کچھ ٹھیک نظر نہیں آ رہا۔

مگر مجھے تو شازیہ چچی نے یہی درگاہ والی بات بتائی تھی۔

آپکی چچی جھوٹ بول رہی ہے۔۔

کیونکہ وہ خود ڈر رہی ہے۔

آپ ذرا اپنی چچی کو یہاں بلا لیجئے؟

بلانے کی کیا ضرورت ہے محترم؟

آپ میرے ساتھ گھر کے اندر چلیں۔

میں نہیں چاہتا کہ ہماری بحث و مباحثہ محلے والے سن لے۔

مگر اسلم۔۔۔۔

یہ میرا گھر ہے۔۔۔میرا گھر۔۔۔ساجد اکڑ کر بولنے لگا چلئے میرے ساتھ۔۔۔

ارے میں تو باہر چائے لا رہا تھا۔

آپ لوگ اندر آ گئے۔

تشریف رکھیں اسلم نے سامنے سے میز اٹھائی۔۔۔اور اس پر چائے سموسے اور شامی کباب کے پلیٹ رکھے۔

چائے نوش فرمائیں۔۔۔

جی شکریہ۔۔۔اسلم صاحب آپکی امی کہاں ہے؟

جی وہ چھت پر کپڑے ڈالنے گئی ہے۔

ابھی آجائیگی۔۔۔تب تک آپ چائے پیجئے

آج تو ہماری نوکرانی نے الائچی بھی چائے میں ڈالی ہے۔۔۔۔

عمران چائے کا کپ ہاتھ میں لئے۔۔۔مزے سے کباب کھا رہا تھا۔

کہ اچانک پولیس کی گاڑیوں کی سائرن کی آوازیں سنائی دی۔

گھر کے سامنے تین گاڑیاں رکی ان سے اہلکار اترے اور گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔

اچانک اندر فیاض داخل ہوئے۔۔

جیسے ہی فیاض گھر کے اندر داخل ہوا اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی؟

عمران تم یہاں؟

وہ دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھ رہے تھے۔

آپ سے مل کر خوشی ہوئی عمران نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

یہاں آپ کا آنا کسی کام کے سلسلے میں ہے یا پھر تفریح مقصود ہے۔

شکریہ مگر آپ یہاں کیسے؟

دیکھئے مسٹر فیاض صاحب میں وثوق سے کہہ نہیں سکتا کہ میری آمد تفریح تک محدود رہے گی یا نہیں؟

البتہ آپکی اطلاع کے لئے عرض ہے۔۔۔

جناب فیاض صاحب! یہ ساجد ہے میرے دوست ہم ملتے رہتے ہیں۔

کیوں دوستوں سے ملنے پر پاکشیا میں پابندی لگ گئی ہے؟

نہیں پابندی تو نہیں لگی۔۔

مگر ہم یہاں ایک قتل کے معاملے میں آئے ہیں۔

کون سا قتل جناب؟

کس کا قتل ساجد نے گھبراتے ہوئے ہوچھا؟

جناب ساجد صاحب! ہمیں جنگل ایک لاش ملی تھی۔

جس کی شناخت تقریبا ناممکن تھی۔

مگر ہم نے نادرہ سے فنگر پرنٹ اور دیگر شواہد کی مدد سے معلوم کرلیا کہ یہ لاش ماجد کی ہے۔

جو غالبا آپکا سگا بھائی تھا۔

ہمیں افسوس کیساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ماجد کی موت ہو چکی ہے۔

اور ہم اس کی قتل کا مقدمہ آپ پر درج کریں گے۔

کیونکہ ماجد کے قتل سے سب سے زیادہ فائدہ آپکو ہوگا۔

پوری جائیداد کے مالک آپ بن جائے گے۔

یہ سننا تھا کہ ساجد ایک دم لڑکھڑا گیا اور رونے لگا۔

کیا میرا بھائی ماجد مر گیا؟

ایسا نہیں ہوسکتا۔۔۔نہیں ہوسکتا؟

کیوں نہیں ہوسکتا ساجد۔۔

اسلم۔۔۔نے سب کے سامنے اس پر الزام تراشی شروع کر دی۔

کیا پانچ سال پہلے۔۔تم نے ماجد پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا؟

کیا وہ غصے میں گھر چھوڑ کر نہیں گیا تھا؟

کیا تم نے ماجد کو جان سے مارنے کی دھمکی نہیں دی تھی؟

یہ تم کیا کہہ رہے ہو اسلم؟

تم مجھ پر الزام لگا رہے ہو؟

وہ میرا بھائی تھا جواری تھا، آوارہ تھا مگر تھا تو میرا بھائی۔

میں کیسے اسے مار سکتا ہوں؟

یعنی اسلم کا کہنا ہے کہ ماجد کو ساجد نے قتل کیا ہے۔عمران نے فیاض کو کہا۔

نہیں نہیں جناب یہ اسلم بکواس کر رہا ہے۔

دیکھیئے فیاض صاحب! جائیداد کی لالچ کس کو نہیں ہوتی؟

اسلم بھی اسی ندی میں ہاتھ دھونے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔

عمران ہاتھ سہلاتے ہوئے بولا۔

گرفتار کر لو ساجد کو فیاض نے اہلکاروں کو حکم دیا۔۔۔

صبر کریں فیاض صاحب اتنی جلدی بھی کیا ہے؟

تھوڑا صبر کریں۔

ٹھیک کہہ رہے ہو ہم نے اس گھر کی تلاشی بھی لینی ہے۔

عمران اشارے سے فیاض کو قریب بلاتا ہے اور کہتا ہے۔

تم ساجد اور اسلم کو یہاں سے دور کرو مجھے تلاشی لینی ہے۔

چلئے جناب اسلم صاحب اور ملزم ساجد ہمیں چھت پر لے چلئے۔۔۔آپکی والدہ شازیہ سے وہی کچھ سوالات پوچھنے ہیں۔

ہاں ضرور اس میں کوئی حرج نہیں اسلم خوشی سے فیاض اور ساجد کیساتھ سیڑھیوں پر سے جاتے ہوئے۔

جناب فیاض صاحب مجھے تو کب سے اس ساجد پر شبہ تھا کہ یہی ماجد کا قاتل ہے۔

ویسے اسلم تم ساجد کے گھر میں ہی رہتے ہو نا؟

جی جی۔۔۔تھوک نگلتے ہوئے۔۔

بڑے ہی احسان فراموش ہو! فیاض نے صاف منہ پے اسے ٹوک دیا۔

عمران پورے گھر کی تلاشی لینے لگا! کچھ خاص نہیں ملا بالآخر تھک ہار کر ساجد کے کمرے میں عمران کرسی پر بیٹھ گیا۔

اچانک اسے محسوس ہوا۔۔۔کہ اسکے پیروں کے نیچے قالین کسک رہا ہے۔

گو یا نیچے فرش نہیں بلکہ لکڑی نما کوئی چیز تھی۔

جیسے ہی اس نے قالین ہٹایا تو وہاں ایک چھوٹا لکڑی کا دروازہ تھا۔

عمران نے وہ دروازہ کھولا تو نیچے اسے سیڑھیاں نظر آئی۔

گو یا ایک خفیہ تہہ خانہ تھا۔

عمران دو تین پولیس اہلکاروں کیساتھ تہہ خانے میں اترا اور وہاں تلاشی لینے لگا۔

اچانک وہاں اندھیرے میں اسے کرسی پر ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آیا۔

جو غالبا کسی عورت کی لاش تھی کیونکہ کپڑوں سے ہی معلوم ہو رہی تھی۔

لاش کہاں تھی؟

وہ تو مکمل ہڈیوں کا پنجر لگ رہی تھی۔

صاحب اسکے ہاتھوں میں سونے کے کڑے ہیں۔

ٹھیک ہے اتار و ان کڑوں کو۔۔۔عمران نے فورا جواب دیا۔

سب شواہد اکٹھے کرو۔

عمران اوپر آتے ہوئے۔۔

کیا ہوا مسٹر عمران آپ یہاں؟

ہاں کپتان صاحب بس اب کیا کہوں؟

ارادہ قتل کا ہے یا ہیں شکل کے مشتاق
وہ گھورتے ہیں بہت سامنے بلا کے مجھے

داغ دہلوی نے بھی خوب کہی ہے۔
جناب ایک اور قتل ہوا ہے۔

نیچے تہہ خانے میں ایک عورت کی لاش ہے۔
کیا کہا۔۔۔ یہ سن کر اسلم کی ماں شازیہ پر غشی طاری ہوگئی۔
اسلم اپنی ماں کو پانی پلاو فیاض نے کہا۔
میرے خیال میں یہ لاش ساجد کی والدہ کی ہے۔
ساجد یہ کڑے کس کے ہے؟ عمران نے پوچھا۔
یہ تو میری ماں کے ہے؟
نہیں یہ نہیں ہوسکتا؟
اب میں انعم کو کیا جواب دوں گا؟
میرے خیال میں یہ قتل روپے پیسے کے لئے نہیں ہوا۔
ورنہ ہاتھوں میں سونے کے کڑے نہ ہوتے۔
میری بہن کو اس نافرمان ساجد نے قتل کیا ہے۔
اچانک شازیہ چیخ چیخ کر کہنے لگی۔

خالہ جی۔۔۔آپ اطمینان رکھیں چیخئے مت ہم ابھی موجود ہے۔

خالہ جی کا کہنا ہے۔۔۔کہ ساجد نے اپنی ماں کو بھی قتل کیا ہے۔

لگتا تو یہی ہے کہ قتل کیا ہے۔۔۔کیونکہ تہہ خانہ ٹھیک ساجد کے کمرے کے نیچھے ہے۔

فیاض۔۔۔ساجد کو تیز نظروں سے گھورتا ہوا۔

مگر میں نے نہیں کیا۔۔۔نہیں کیا۔

ساجد دیوانوں کیطرح رو رہا تھا۔

میں نے اب تک جتنی تفتیش کی وہ چونکہ بے نتیجہ رہی کیونکہ ساجد کے کے خلاف میرے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔

مگر اب ساجد کے کمرے کے عین نیچھے سے لاش کی برآمدگی۔۔۔ساجد کے قاتل ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

اپنے سامنے بیٹھے شریف اہلکار کی جانب دیکھتے ہوئے عمران کہتا ہے۔

شریف تمھیں فوری طور پر دو کام کرنے ہیں

جی حکم کریں۔۔۔۔۔صاحب وہ سوالیہ انداز میں عمران کو تکنے لگا۔

کسی عام شخص کو ڈے نائٹ ہوٹل بھیج کر اسکے منیجر سے یہ کاغذ پڑھوا کے آو۔

جس کسی کا ادھار یا قرض ماجد کے ذمے رہتا ہے۔وہ ابھی کے ابھی اسکے گھر آجائے تا کہ اسے روپے کی ادائیگی کی جائے۔

خود مت جانا کیونکہ تم وردی میں ہو کسی سادہ لباس والے آدمی کو ابھی بھجوا دو۔

جی صاحب ابھی گیا۔۔۔یہ کہتے ہوئے حوالدار شریف فورا نکل گیا۔

میرے ایک سوال کا جواب دیجیے خالہ شازیہ؟

جی جناب پوچھئے۔

ویسے آپ تو کافی الزامات ساجد پر لگا رہی تھی کہ وہ اپنی ماں کا قاتل ہے۔

کیا آپ نے ساجد کو قتل کرتے ہوئے خود دیکھا ہے؟

یہ سن کر شازیہ تھوڑا بدحواس ہوئی مگر پھر بولنے لگی۔

نہیں خود تو نہیں دیکھا بس مجھے پکا یقین ہے کہ یہ قتل ساجد نے کیا ہے۔۔کیونکہ اس دن ساجد نے ماں سے جھگڑا کیا تھا۔

حتی کہ ساجد نے ماجد پر ہاتھ بھی اٹھایا۔

اور اس دن کے بعد ماجد گھر واپس نا آیا۔

اماں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے کیونکہ یہ ساجد جائیداد کا بھوکا ہے۔

اگر ساجد جائیداد کا بھوکا ہے؟

تو اسلم تم کونسے پارسا ہو؟

تم لوگ بھی تو پرائے گھر پر قبضہ جمانے کے چکر میں ہو۔

ہوسکتا ہے یہ قتل تمھاری ماں نے کیا ہو؟

کیونکہ اس دن تمھاری ماں نے رضیہ خالہ کو دھکا دے کر زخمی کیا تھا۔

حوالدار خدا بخش۔۔۔خالہ شازیہ کے لئے الگ ہتھ کڑیاں منگوانے کا بندوبست کرو۔۔۔فیاض نے آرڈر دیا۔

نہیں نہیں۔۔۔یہ سن کر شازیہ کے چہرے کا رنگ یک دم زرد پڑ گیا۔

یہ آپ سے کس نے کہا؟

یہ میں نے۔۔۔اس برتن بھیجنے والے چھوکرے کو بتایا ہے۔

خالہ کلثوم ہاتھ نچا نچا کر بتاتے ہوئے۔

سلام خالہ جی! عمران نے کن آنکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ارے سوہنے جوان۔۔۔تم نے مجھے نئے چمکیلے برتن آج بھجوائے میں اس کا شکریہ ادا کرنی آئی ہوں۔۔۔

ابھی میں نے کھڑکی سے تمھیں یہاں دیکھا۔

ویسے کلثوم خالہ کسی اور کے گھر میں تانک جھانک اچھی چیز نہیں عمران نے کہا۔

کیوں اس میں کیا برائی ہے؟

کیوں یہ صرف محکمہ سراغ رسانی ڈیپارٹمنٹ کے اپسروں (افسران) کا کام ہے؟

خالہ کلثوم آستینیں اوپر کر کے بولی۔

فیاض یہ سن کر مسکرانے لگا۔

کیوں ھڈ حرام اسلم۔۔۔اپنی چالاک مطلبی ماں کو بتاؤ نا کہ تمھارا ابھی تو جھگڑا ہوا تھا ماجد سے۔۔

مگر۔۔۔مگر۔۔

مگر مگر کیا اسلم بتاؤ نا۔۔۔کلثوم خالہ بھرپور مقابلہ کرنے پر آئی۔

اسلم چاہتا ہے۔۔۔کہ ساجد ماں کے قتل کے الزام میں قید ہوجائے اور ماجد تو پہلے سے ہی مر چکا ہے۔

ساری جائیداد پر قابض ہوجائے آسانی سے۔

عمران نے بتایا۔۔

نہیں جناب میرا ایسا مطلب بالکل بھی نہیں تھا۔اسلم نے اٹکتے ہوئے کہا۔۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ رضیہ خالہ کا قاتل ساجد ہے۔

کیونکہ لاش اس کے کمرے کے نیچے سے برآمد ہوئی ہے۔

جی بالکل تھانیدار صاحب یہی سچ ہے۔

درمیانہ قد بدہیئت، لمبی لمبی مونچھیں، بڑھا ہوا شیو، سر پر الجھے ہوئے بالوں کا انبار، سرخ زرد آنکھیں، ہونٹوں پر گھٹیا سیگرٹ، بدبودار اور بوسیدہ کوٹ، پسینے اور میل کا امتزاج ایسے لگ رہا تھا جیسے مہینوں سے نہیں نہایا۔۔

جناب آپکی تعریف؟ فیاض نے پوچھا۔

صاحب یہ ہوٹل ڈے نائٹ سے اپنا قرضہ وصول کرنے آئے ہیں۔حوالدر خدا بخش نے جواب دیا۔

یہ سن کر عمران ڈرامائی انداز میں گلاس اور جگ اٹھا کر میز کے قریب گئے۔

جو دروازے کے قریب رکھا ہوا تھا۔

اور دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

فیاض۔۔۔۔اٹس مائی آرڈر اس کو گرفتار کرو۔

کہاں ہے تمھاری ہتھ کڑیاں؟

جلدی کرو میرا تعلق ڈاریکٹ ہوم ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔

ڈاریکٹر جنزل کے سوا کسی افسر کے سامنے میں جواب دہ نہیں ہوں۔

یہ لو میرا کارڈ۔۔

سب پولیس اہلکار فورا عمران کو سیلوٹ مارتے ہوئے۔

فیاض کافی ڈر جاتا ہے۔۔۔اور فورا ہتھ کڑیاں نکالتا ہے۔

اچانک وہ بدمعاش پستول نکالتا ہے اور عمران پر تھان لیتا ہے۔

دروازہ کھولو ورنہ میں گولی چلا دونگا۔

چلاو چلاو گولی۔۔۔

کس نے روکا ہے تمھیں گٹر کے ڈھکن۔۔۔

پ۔۔۔پ۔۔۔پہ۔۔۔پہلے مجھے یہ بتاو وہ شکستہ لہجے میں اقبال جرم کرتے ہوئے بولا۔۔

آپکو کیسے پتہ کہ میں نے ماجد کو قتل کیا ہے؟

اوہ ہو آخر مینڈکی کو بھی زکام ہو گیا۔۔

عمران منہ بگاڑ بگاڑ کے بولنے لگا۔۔

مجھے پیر تولی شاہ نے بتایا تھا۔۔

کون ہے پیر تولی شاہ؟ میں اسے جان سے مار دونگا۔

اس کے آنکھوں سے نفرت کے شعلے نکل رہے تھے۔

پیر تولی شاہ کسی سے نہیں ملتے۔۔۔

وہ تو صرف میرا باورچی ہی جانتا ہے کیونکہ وہ پیر تولی شاہ کا مرید ہے۔

میں نے کہا میں گولی چلا دونگا۔۔۔ مجھے بتاو پہلے۔۔

اچھا تو پھر سنو گٹر کے ڈھکن ۔۔۔ مجھے اس دن معلوم ہوا تھا

جب میں ڈے نائٹ ہوٹل آیا تھا۔۔۔ منیجر کو تصاویر دیکھانے اور سوالات پوچھ رہا تھا۔

تو اس دن تم فورا ہوٹل سے نکلے۔

باقی سب لوگ موجود تھے مگر تم جلدی میں نکلے۔۔

مجھے اس دن تمھاری یہ حرکت مشکوک لگی۔

اور جب تمھارا جائزہ لیا تو تمھارے شرٹ کا ایک بٹن غائب تھا؟

اور ویسا ہی بٹن ماجد کی لاش کیساتھ فیاض کو ملا تھا۔۔

اور یہ بٹن ابھی ثبوت میں موجود ہے جو سامنے میز پر رکھے ہوئے ہیں۔

یہ تمھاری قسمت خراب تھی جو کیپٹن فیاض اپنے ساتھ ماجد کا بچا ہوا سامان اور تصاویر لے آئے۔۔

گولی چلنے کی آواز آتی ہے۔

عمران نیچے بیٹھ جاتا ہے۔۔۔ اور گولی سامنے کے دیوار میں پیوست ہو جاتی ہے۔

عمران تیزی سے اٹھتا ہے۔

وہ بدذات۔۔۔۔ ماجد میرے جوئے کے پیسے نہیں دے رہا تھا۔۔۔

ساجد غصے سے پیچھے سے اسے پکڑ لیتا ہے اور اسکے ہاتھ سے پستول گر جاتا ہے۔

بدبخت، ذلیل انسان کیا بگاڑا تھا میرے بھائی نے تمھارا جو اسے مار دیا۔۔

مجھ سے رقم مانگنے آجاتے۔

حوالدار خدا بخش۔۔۔فوراً اس کے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں پہنا دیتا ہے۔

اور زبردستی اسے کرسی پر بیٹھا دیتا ہے۔

ہاں تو گٹر کے ڈھکن ۔۔۔تم نہاتے نہیں جو اس قدر غلیظ حالت میں گھوم رہے ہو۔۔

بتاو کیوں قتل کیا میرے بھائی کو؟

ورنہ میں تمھارا خون پی جاونگا ساجد غراتے ہوئے اس پر لپکا۔۔

حوالدار شریف ۔۔۔عمران نے آواز دی۔

میں ماجد کو قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔

اس دن میں ماجد کے گھر اس سے رقم کا تقاضا کرنے گیا تھا۔

اور ہماری لڑائی ہوگئی اچانک میرے ہاتھ میں

گلدان آیا اور ماجد کے سر پے دے مارا۔۔

مجھے کچھ سمجھ نا آیا اس وقت تک ماجد مر چکا تھا۔

اور اسی دوران ماجد کی ماں چائے کی سینی ہاتھ میں پکڑے آئی۔۔

وہ یہ سب دیکھ کر بے ھوش ہوگئی۔

مجبوراً مجھے اس بڑھیا کو بھی مارنا پڑا اور اس کی لاش میں نے نیچے تہہ خانے میں ڈال دی۔

کیونکہ ماجد مجھے گھر کی باتیں بتاتا رہتا تھا۔

ماجد کو میں اپنے ساتھ لے گیا اور پھر لاش ٹھکانے لگادی ویرانے میں۔۔

کیپٹن فیاض۔۔۔۔یہ رہا تمھارا مال۔۔۔

اب تم جانو اور قانون میں تو چلا۔۔۔

کہاں چلے عمران۔۔۔۔فیاض پوچھنے لگا؟

خالہ شازیہ اور اسلم کے ساتھ انعم بہن!کے گھر رشتے کی بات کرنے۔

مجھے شادیوں کی مٹھائی کھانے کا بہت شوق ہوتا ہے۔۔۔

اور وہاں موجود سارے اہلکار قہقہہ لگانے لگے۔

ختم شد